غزل

از

(جناب شارقؔ ایم - اے)

کوئی کیا جانے اُس کے حسن کی دنیا کہاں تک ہے
وہیں تک دیکھ سکتا ہے نظر جس کی جہاں تک ہے

تڑپتا ہوں کسی کی یاد میں اور یہ سمجھتا ہوں
یہ بے چینی محبت کی فقط عمرِ رواں تک ہے

خلش بڑھتی چلی جاتی ہے ہر لحظہ نگاہوں کی
خدا جانے ہمارے شوق کا عالم کہاں تک ہے

کسی کا تجربہ کچھ ہو مگر میں اتنا کہتا ہوں
بھرم اہلِ محبت کا فقط ضبطِ فغاں تک ہے

بڑی مدت کے بعد اس کا یقیں آیا محبت کو
کہ اس کے رُخ کی تابانی مرے سوزِ نہاں تک ہے

گذر جا بے نیازانہ تماشا گاہِ ہستی سے
کہ یہ اُلجھن طبیعت کی غمِ سود و زیاں تک ہے

نہ رہ جائے کہیں مٹ کر یہ بعدِ سجدہ اے شارقؔ
عجب اک کیف کا عالم جبیں سے آستاں تک ہے

غزل

از

(جناب قمرؔ مرادآبادی)

حسنِ مہ و انجم تھی اپنی ہی جبیں پہلے
ہم سے ہی بکھرے تھے انوارِ یقیں پہلے

اب لغزشِ پیہم پر ہنستا ہے زمانہ کیا
منزل کے تصور میں دوڑے تھے ہمیں پہلے

اس ہوش کی دنیا سے بیگانہ گزر اے دل
دیوانوں کو ملتی ہے معراجِ یقیں پہلے

کچھ اُن کو جوانی کا احساس نہ تھا اوّل
کچھ میری نگاہیں بھی گستاخ نہ تھیں پہلے

نظروں سے ذرا آگے، کچھ دورِ تخیل سے
میں نے تمہیں دیکھا ہے اک بار کہیں پہلے

مجبور ہیں کچھ وہ بھی فطرت کے تقاضوں سے
جس بار اُٹھیں نظریں مجھ پر ہی پڑیں پہلے

میخانۂ ہستی میں پیتا ہے وہی اوّل
جس کو تری رحمت کا آتا ہے یقیں پہلے

سجدے بھی قمرؔ اپنے اب ننگِ عبادت ہیں
مسجودِ ملائک تھے ہم خاک نشیں پہلے